بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخی الکریم مولوی شعیب صاحب زیدت معالیکم وذمہ داران مدرسہ، حضرات اساتذہ کرام اور حضرت والا مرحوم کے تمام ہی متعلقین، متوسلین ومسترشدین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد تسلیم مسنون امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔

دیگر عرض یہ ہے کہ امروز علی الصباح ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ بمطابق ۶ نومبر ۲۰۱۱ ہم سب کے محسن وکرم فرما حضرت قاری عبد الحمید صاحب کی وفات کی غمناک اطلاع موصول ہوئی۔

إنا للّٰه وإنّا إليه راجعون. ماشاءَ اللّٰهُ كان وما لايشاء لايكونُ. غَفَرَ اللّٰهُ له وأسكَنه جَنّةَ الفِردَوس، وأفاضَ عليه شَآبيبَ غُفرانِه، وأَفْرَغ على قلوبِكم صبراً جميلاً وعلى مَن فَقَدتُم أجراً جزيلاً بلُطفِه ورَحْمَته.

برادرم مولوی شعیب! ہمارے مرحوم ومغفور حضرت قاری صاحب کو حق جل مجدہ نے گوناگوں صفات سے متصف فرمایا تھا، جس میں سے چند کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔

(۱) مرحوم فن قراءت وتجوید کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی پوری زندگی قرآن کریم کی خدمت میں گذری۔ انھیں قرآن کریم سے عشق کی حد تک شغف تھا۔ فرائض شرعیہ اور حوائج بشریہ کے علاوہ ان کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں وہ قرآن کریم کی تصحیح وتدریس یا اس کی تلاوت میں مشغول نہ ہوں۔ اوقاتِ تدریس کی پابندی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔

حضرت قاری صاحب کے یہاں فجر کی نماز کے بعد متصلا ہی تعلیم شروع ہو جاتی تھی۔ قرآن کریم ان کے رگ وریشہ میں رچ بس گیا تھا اور قرآن کریم کا نوران کے چہرہ پر جھلکتا تھا۔

فراغت کے بعد ابتدائی چند سال دار العلوم اشرفیہ راندیر ہی میں شعبہ تجوید میں خدمت انجام دی۔ اس عرصہ میں ملک کے متعدد نامور علماء نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اس کے بعد اپنے اساتذہ کرام کے مشورہ سے ۱۹۶۸ء میں آپ نے جنوبی افریقہ کا سفر فرمایا۔

یہاں آپ جوہرگ کے دینی ودعوتی مرکز میں امام کی حیثیت سے تشریف لائے اور یہاں ۱۸ سال قیام فرمایا۔

اس قیام کے دوران آنجناب نے سب سے پہلے درجہ حفظ کے قیام کے لئے تحریک چلائی، اگرچہ یہاں کے مسلمان الحمد للہ یہاں آمد کے روز اول ہی سے دین کی طرف متوجہ رہے اور حضرات علماء کرام، بزرگان دین وداعیان ملت کی آمد ورفت کی وجہ سے دینی بیداری ضرور رہی، مگر حضرت مرحوم کی آمد نے اس باغ وبہار میں اور اضافہ فرمایا۔ آپ نے یہاں نوجوانوں میں حفظ قرآن کا ذوق وشوق پیدا کیا، اور خود چونکہ ماہر فن قاری تھے اور ساتھ ساتھ حق جل مجدہ نے لحن داودی سے نوازا تھا، ان کی تلاوت کی تاثیر نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا اور لوگ جوق در جوق اپنے بچوں کو لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مرحوم کے پاس حفظ قرآن کرانے کو

اپنے اور اپنی اولاد کے لئے سعادت سمجھتے۔اور اس طویل عرصہ میں ایک معتد بہ تعداد نے ان سے حفظ کی سعادت حاصل کی اور مرحوم ہی نے ان حفاظِ کرام کو ہندو پاک کے جامعات کی طرف روانہ کر کے انھیں علماء کرام کی صف میں شامل کیا۔

(۲) یہاں آ کر آں مرحوم نے یہاں کے عوام اور ایسے لوگ جو دین سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے تھے، انھیں اپنی حکمتِ عملی، خوش اخلاقی، مزاج شناسی اور حلم و بردباری کے ذریعہ دین سے قریب کیا۔انہیں دعوت وتبلیغ کے کام کے ساتھ منسلک کیا اور بزرگان دین کے ساتھ جوڑ کر انھیں ذمہ دار بنایا اور آج وہی لوگ یہ کام لیکر ملک کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اور یہ بات شاید مبالغہ پر محمول نہ ہوگی کہ حضرت حاجی بھائی پادیا اس کام کی خشت اول تھے، تو حضرت مرحوم خشت ثانی تھے۔

(۳) حضرت قاری صاحب مرحوم نے ابتدائی سالوں میں مشاہرہ کی قلت اور وسائل کی کمی کے باوجود استغنا کے ساتھ کام کیا۔ یہاں زر و جواہر کی کثرت والوں کی ساتھ بھی واسطہ رہا، مگر قربان جائیے کہ وہ ان چیزوں سے متاثر نہ ہوئے، اور اشارۃ، کنایۃ یا صراحۃ کسی سے اپنی ضرورت کا اظہار نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند سالوں کے بعد انھیں یہاں کے عوام وخواص کا وہ اعتماد حاصل ہوا کہ شاید و باید۔لیکن الحمد للہ انھوں نے اس اعتماد سے بھی استغلال نہیں کیا، بلکہ ان فتوحات سے انھوں نے نیا رخ اختیار کیا اور ہندوستان کے پس ماندہ علاقوں میں مساجد کی تعمیر اور مکاتب کے قیام کی تحریک چلائی، اور قیام کے بعد ان کی کفالت کی ذمہ داری بھی لی۔ آج کتنی ہی مساجد کی تعمیر انھی کی مرہون منت ہے، نیز ان کے ساتھ غرباء فقراء اور مساکین کے لئے مکانات کا نظم فرمایا۔اسی طرح بہت سے ذی استعداد نوجوان دنیوی تعلیم کے وسائل کی کمی کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکتے تھے انھیں آں مرحوم نے آگے بڑھایا اور آج وہ باعزت زندگی گزار رہے ہیں۔اسی طرح نہ معلوم کتنی ہی بے سہارا لڑکیوں کا عزت کے ساتھ نکاح کروانا بھی ان کے باقیات صالحات میں شامل ہے۔

(۴) یہاں کے طویل قیام کے درمیان ان کا نہ فراموش کیا جانے والا جو کارنامہ ہے وہ دار العلوم زکریا کی بنیاد ہے۔ یہ پودا انھوں نے ہی لگایا تھا۔الحمد للہ بانی کے اخلاص، ان کی آہ سحر گاہی اور بعد کے ذمہ داروں کی شب وروز جدوجہد اور اخلاص واستقامت کی وجہ سے آج یہ گلشن کی شکل اختیار کر چکا ہے۔حضرت مرحوم نے اسے تیس طلبہ سے شروع کیا تھا، مگر آج یہاں دنیا کے ساٹھ ملکوں کے طلبا اپنے علمی وعملی اور روحانی پیاس بجھا رہے ہیں، اور یہ ادارہ شجرہ طوبی ہے جس کی شاخیں دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی ہیں۔ **وذلك من فضل الله.**

یہاں کی دینی فضا ہموار ہو جانے کے بعد مرحوم نے اپنے محبوب استاذ حضرت شیخ مولانا محمد رضا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (جن کا وہ بے حد احترام وادب کرتے تھے۔ان کے سامنے بہت متادب ہو کر بیٹھتے۔احقر نے انھیں کبھی حضرت کے سامنے چارزانو بیٹھ کر کھل کر بولتے نہیں دیکھا۔ان سے وہ ہر کام میں مشورہ کرتے تھے۔ یہاں کے قیام کے دوران تقریباً وہ ہر ہفتہ حضرت کو خط لکھتے، اور حضرت بھی اپنی بے پناہ مشغولیتوں کے باوجود پابندی سے خط کا جواب دیتے۔کاش ان خطوط کو جمع کر لیا جاتا!!) کے ایماء واشارہ بلکہ ایک درجہ میں حکم سے آپ نے ہندوستان کے قیام کو ترجیح دی اور اپنے ہی گاؤں پانولی میں جامعہ حمیدیہ للبنات کی بنیاد رکھی۔اس ادارہ نے بھی ممتاز مقام حاصل کر لیا ہے۔ وہاں کے نظم ونسق اور تعلیمی وتربیتی معیار کے بلند تر ہونے کی متعدد اہل علم نے گواہی دی۔

حضرت مرحوم بنات کے ساتھ بنین کے لئے بھی ایک عظیم ادارہ کے قیام کا منصوبہ وخاکہ ذہن میں لئے ہوئے تھے، اور اس کے لیے دوسال قبل انھوں نے یہاں کا سفر بھی فرمایا۔ خدا کرے اب ان کے بعد یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو۔

حضرت مرحوم ماہرفن قاری تو تھے ہی، ساتھ ساتھ شرافت ومتانت کا پیکر تھے۔ ان کی آمد کے ساتھ ہی درس گاہ کا ماحول پروقار ہوجاتا تھا۔ حق جل مجدہ نے انھیں رعب ودبدبہ سے بھی نوازا تھا۔

حضرت اخیری چند ماہ میں بڑی آزمائشوں سے گزرے اور کئی بار شفاخانہ میں داخل کیا گیا اور ایک مرحلہ پر پیر کو شہید کرنے کی نوبت بھی آگئی، مگر حضرت مرحوم صبر کا دامن تھامے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کے لئے بلانے کا وہ دن مقرر کیا جو اللہ کے یہاں ضیافت ومہمان نوازی کا دن ہے۔

۱۰ ذوالحجہ ۱۴۳۲ پیر کی رات میں ٹھیک ۲:۳۰ میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ حضرت کی ولادت ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۱، ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۰ بروز بدھ ہوئی۔

ماشاء اللہ حضرت نے طویل زندگی پائی اور امید ہے کہ آپ من طال عمره و حسن عمله کے مصداق ہونگے۔

یہ ناکارہ اگرچہ حضرت کی قیام گاہ سے ہزاروں میل دور تھا، مگر یہ اللہ کا خاص فضل وکرم ہوا کہ حضرت کی وفات کے ایک روز قبل ہندوستان کے سفر کی نوبت آئی، اس لئے اتوار کے روز مغرب کے بعد حضرت کی عیادت کا بھی شرف حاصل رہا اور دوسرے روز تجہیز وتکفین وتدفین میں بھی شرکت کی سعادت حاصل رہی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

حضرت کی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ گرامی قدر قاری رشید احمد اجمیری صاحب نے پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان میں عصر سے قبل ایک جم غفیر کی موجودگی میں دھڑکتے دل اور برستی آنکھوں کے ساتھ انھیں سپرد خاک کیا گیا۔

خدا بخشے بہت ہی خوبیاں تھیں مرنے والے میں!

آپ کا غم شریک: **عباس بن آدم**

استاذِ حدیث دارالعلوم زکریا